پیشکش

ادارہ اہل سنت کراچی

مدیر

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

معاونین

مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری

مفتی امجد حسین اعوان

www.facebook.com/darahlesunnat

واعظ الجمعہ

تقلیدِ شرعی کی حیثیت

مدیر

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

معاونین

مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری

مفتی امجد حسین اعوان

https: //www.facebook. com/darahlesunnat

تقلید کی شرعی حیثیت

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ وَالسّلامُ عَلى خاتم الأنبياءِ وَالمرسَلين، وعَلى آلِهِ وصحْبِهِ أجمعيْن، ومَن تَبِعَهُم بِإحْسانٍ إلى يوْمِ الدِّين، أمّا بعد: فأعوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرّجِيْم، بِسْمِ الله الرّحْمنِ الرّحِيْم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلَى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! تقلید کے لغوی معنیٰ: گلے میں ہار یا کوئی چیز ڈالنا، یا کسی کی پیروی کرنے کے ہیں[1]۔ علمائے اصول نے تقلید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے، اس کی کئی تعریفات ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض علمائے اصول کا یہ قول ہے کہ "کسی کہنے والے کی بات، دلیل جانے بغیر قبول کر لینا، تقلید کہلاتا ہے"[2]۔

---

(۱) "القاموس المحيط" باب الدال، فصل القاف، صـ۳۳٦.

"غیاث اللغات" باب التاء مع الدال، فصل تائے فوقانی مع قاف، ۱/۱۶۱۔

(۲) "التحرير" في أصول الفقه، المقالة ۳ في الاجتهاد ...إلخ، صـ۳۷۷.

"مسلَّم الثبوت" مع "فواتح الرَّحموت" خاتمة، فصل التقليد، ۲/ ٤۳۲.

اَحکام کی قسمیں

اَحکام کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) ایک عقلی، (۲) اور دوسری شرعی۔

اَحکامِ عقلیہ: عقلی اَحکام میں تقلید جائز نہیں، جیسے صانعِ عالَم (خالقِ کائنات)، اور اس کی صفات کی معرفت۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور حضور کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ[1]۔

اَحکامِ شرعیّہ اور اس کی قسمیں

اَحکامِ شرعیہ کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) **پہلی قسم:** ضروریاتِ دین، جیسے: پانچ ۵ نمازیں، روزہ، حج، زکاۃ۔ اسی طرح زِنا اور شراب کی حُرمت وغیرہ کے اَحکام۔ لہٰذا ان اَحکام میں تقلید جائز نہیں؛ کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں، اس لیے ان اَحکام میں تقلید کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسری قسم: دین کے وہ اَحکام، جنہیں نظر واستِدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا، جیسے عبادات، مُعاملات اور نکاح وغیرہ کے فُروعی مسائل میں، اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے[2]۔

تقلیدِ شخصی اور غیر شخصی

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہیے، کہ تقلید کی بھی دو ۲ قسمیں ہیں:

---

(۱) "الفقيه والمتفقّه" باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه، ۲/ ۱۲۸.

(۲) "الفقيه والمتفقّه" باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه، ۲/ ۱۳۲.

(۱) تقلیدِ شخصی، (۲) تقلیدِ غیر شخصی۔

تقلیدِ شخصی یہ ہے، کہ ایک معیّن مذہب کو اپنایا جائے، جو کسی معیّن امام سے منسوب ہو۔

تقلیدِ غیر شخصی یہ ہے، کہ تمام مسائل میں ایک معیّن مذہب کی پابندی نہ کرے، بلکہ ایک مسئلہ کسی مجتہد کا لے لے، اور دوسرا مسئلہ کسی اَور مجتہد سے لے لے۔

تقلید کا ثبوت، قرآنِ کریم کی رَوشنی میں

اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ و رسول، اور جو تم میں سے حکم والے ہیں، اُن کی اِطاعت کرو!"۔

مزید فرمایا: ﴿فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "اگر تم نہیں جانتے، تو اہلِ علم سے پوچھو!"۔

تقلید کا ثبوت، حدیثِ نَبوی کی رَوشنی میں

(۱) حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "ہم ایک سفر میں تھے، کہ ایک ساتھی کے سر میں پتھر آکر لگا، جس سے اس کا سر شدید زخمی ہو گیا، پھر

---

(۱) پ٥، النساء: ٥٩.

(۲) پ١٤، النحل: ٤٣.

اسے اسی حالت میں احتلام بھی ہوا، اس نے دیگر ساتھیوں سے پوچھا، کہ کیا میرے لیے شریعت میں تیمم کی اجازت ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہماری معلومات کے مطابق آپ تیمم نہیں کر سکتے؛ کیونکہ پانی موجود ہے، سواُس نے غسل کیا، جس کے باعث وہ وفات پاگیا، جب ہم نے نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر، اس بات کا ذکر کیا، تو رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: «قتلوهُ قتلَهم اللهُ! ألَا سألُوا إذ لَم يعلمُوا؛ فَإنّما شِفاءُ العِيِّ السُّؤالُ!»[1] "اللہ انہیں مارے جنہوں نے اسے مار ڈالا! جب انہیں معلوم نہیں تھا، تو اہلِ علم سے مسئلہ کیوں نہیں پوچھ لیا؛ کہ مرضِ جَہل کا علاج پوچھنے میں ہے!"۔

(۲) حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اقْتَدُوا بِاللّذَينِ مِن بعدِيْ: أبِي بَكرٍ وعمرَ»[2] "میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا"۔

(۳) امام ابوداوٗد علیہ الرحمۃ حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے، جب حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا، تو ارشاد فرمایا: «كيف تقضِي إذا عُرِضَ لكَ قضاءٌ؟»

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الطهارة، باب المجدور يتيمّم، ر: ٣٣٦، صـ٦١.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٦٢، صـ٨٣٤.

[قال أبو عيسى:] هذا حديث حسن، وفيه عن ابن مسعود.

"اے مُعاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدّمہ پیش کیا جائے، تو کیسے فیصلہ کرو گے؟" حضرت سیّدنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في كتابِ الله؟» "اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر؟" عرض گزار ہوئے، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنّت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في سنّةِ رسولِ الله؟» "اگر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنّت میں بھی نہ پاؤ تو؟" عرض کی کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ تب نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے سینے پر، پیار سے ہاتھ مبارک مار کر فرمایا: «الحمدُ لله الّذي وفّقَ رسولَ رسولِ الله، لِمَا يُرضِي رسولَ الله!»[1] "اللہ کا شکر ہے، جس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نائب و قاصد کو، اس بات کی توفیق دی، کہ جس نے اللہ کے رسول کو خوش کیا"۔

تقلید کا ثبوت، اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

علّامہ ابو العباس شہاب الدّین قَرافی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں کہ "عام آدمی پر، معتبر مجتہد کی تقلید واجب ہے"[2]۔ علّامہ ابنِ نُجَیم مِصری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں کہ "اس

---

(١) "سنن أبي داود" باب اجتهاد الرأي في القضاء، ر: ٣٥٩٢، صـ٥١٦.

(٢) "شرح تنقيح الفصول" الباب ١٦ في الخبر، الفصل ٩، صـ٣٧٩.

بات پر اِجماعِ امّت منعقد ہو چکا ہے، کہ جو حکم چاروں ائمہ کے مذاہب کے خلاف ہو، اُس پر عمل نہ کیا جائے"[۱]۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "مذاہبِ حق صرف چار ۴ ہی باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا اَب ان کا اِتّباع سوادِ اعظم کا اتّباع ہے، اور ان سے اختلاف سوادِ اعظم سے اختلاف ہے"[۲]۔

چار ۴ مذاہب میں سے کسی ایک کی پیروی کیوں ضروری ہے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرّہ[۳] نے تحریر فرمایا: "میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی طرف سے ہے: فُروعی مسائل میں "عامّی" کو کس بات کا حکم

---

(۱) "الأشباه والنظائر" النوع ۲ من القواعد، القاعدة الأولى، صـ۱۱۹.

(۲) "عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد" المقدّمة، صـ۱۳.

(۳) اعلیٰ حضرت کی مملوکہ "رد المحتار" للعلّامہ شامی، جلد اوّل کے اخیر میں منسلک اَوراق کے ایک صفحہ پر، خود اعلیٰ حضرت کی مبارک تحریر سے شب سہ شنبہ ۶ ربیع النور ۱۳۹۸ھ کو، میں نے مولانا عبد المبین صاحب نعمانی کی معیّت میں نقل کیا ہے، عربی مضمون امام احمد رضا کا ہے، توضیحی ترجمہ میں نے کیا ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضمون اعلیٰ حضرت نے کسی سوال کے پیشِ نظر تحریر کیا ہے، اور اس کمال ایجاز واختصار کے باوجود، اصولِ شرع پر مبنی مضبوط دلیلِ عقلی سے ثابت کر دکھایا ہے، کہ عامّی کے لیے امامِ معیّن کی تقلید ضروری ہے۔ دَورِ حاضر میں بھی یہ اِفادہ، چراغِ راہ اور دلیلِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے! واللهُ يهدي مَن يشاء إلى سَواء السّبيل!

=

دیا جائے گا؟ عامّی سے میری مراد ہر وہ شخص ہے، جو مجتہد نہ ہو، نہ ہی نقد و ترجیح میں نظر کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جیسا کہ زمانۂ صحابہ کے بعد، قُرونِ سابقہ میں عامّۂ امّت کا حال ہے، اور اب صدیوں سے ساری امّت کا یہی حال ہے (ان میں علماء، محدثین، ذمّہ دارانِ فتویٰ، اُدباء، بُلغاء وغیرہم سبھی لوگ ہیں)۔

(۱) تو کیا عامّی اجتہاد کرنے پر مامور ہو گا؟ یہ تو ایسی بات کا حکم ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے، ساتھ ہی ارشادِ باری تعالیٰ(: "اے لوگو علم والوں سے پوچھو! اگر تمہیں علم نہ ہو") کے مخالف بھی ہے۔

(۲) یا اسے تقلید کا حکم دیا جائے گا؟ مگر اس طرح کہ دلائل میں نظر، اور اقوال کی چھان بین بھی کرے، جیسا کہ اَربابِ وُجوہ (تخییر)، اہلِ اِفتاء اور اصحابِ ترجیح کی شان تھی۔ یہ بھی اس کے بس میں نہیں، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے بس یہ حکم دیا کہ "علماء کی طرف رُجوع کریں!"، اس پر مامور نہ فرمایا کہ علماء سے پوچھیں، پھر ان کے اقوال کی چھان بین کرکے، جو اِن کی نظر میں زیادہ راجح ہو، اسے اختیار کریں۔

اس تقدیر پر تو یہ بھی واجب ہو گا، کہ عامّی "کسی ایک امام" کے فتوے پر کبھی اطمینان نہ کرے، بلکہ اس پر لازم کیا جائے گا، کہ متعدّد ائمہ سے دریافت کرے؛ تاکہ چھان بین اور اختیارِ اَرجح کا عمل ممکن ہو (اس لیے کہ چھان بین اور انتخاب اُسی وقت

=

محمد احمد اعظمی مصباحی دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد، ۱۹ ربیع النور ۱۳۹۸ھ

ہوسکتا ہے، جب متعدّد اَقوال ہوں، اگر صرف ایک امام کا قول ہو تو تنقید، اور مختلف اَقوال میں سب سے زیادہ راجح کے اختیار و انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!)۔

(۳) یا اسے یہ حکم دیا جائے گا، کہ ہر مسئلہ میں جس مذہب پر چاہے عمل کرے؟ اس سوال پر اگر یہ کہا جائے، کہ ہر مذہب اور ہر امام کی پیَروی کا اختیار نہ ہوگا، بلکہ صرف ائمۂ اربعہ میں سے جس کی چاہے، جس مسئلہ میں چاہے تقلید کرے۔ تو ہم پوچھیں گے، کہ آخر ائمۂ اربعہ کی تخصیص کیوں؟ اور تمہاری طرح ہم بھی یوں کہیں گے، کہ اللہ تعالی نے تو انہیں بس علماء سے پوچھنے کا حکم دیا ہے، ان کے لیے چار ۴ اماموں کی تخصیص تو نہیں فرمائی!۔ پھر اگر تم تخصیص کرتے ہو، تو یہ اپنی طرف سے تمہاری قانون سازی، اور شریعت گری ہے! تو واجب ہوا کہ حکم مطلق رکھا جائے! اور علماء میں سے ہر عالم کے مسئلہ و مذہب پر، اسے عمل کرنے کا اختیار ہو!۔

جب ایسا ہوا، تو تمام تر اجتہادی مسائل باطل ہو گئے؛ کیونکہ علماء میں داوٗد ظاہری، اس کے متبعین، اور جامد محدّثین بھی ہیں، یہ سب تمامی قیاسات کے منکِر ہیں (اس لیے ان کے نزدیک قیاس سے مستنبط تمام اجتہادی مسائل باطل ہیں، اور عامّی جب کسی ایسے ہی عالم کی تقلید کرے گا، تو سارے مسائلِ اجتہادیّہ، اس کے نزدیک بھی باطل ہو جائیں گے!)۔

پھر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو وُجودِ اِجماع کے منکِر ہیں، کچھ اِجماع کے علمِ یقینی کے منکِر ہیں، کچھ اس کی حجیّت اور دلیلِ شرعی ہونے کے منکِر ہیں، عامّی کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے، تو تمام مسائلِ اِجماعیہ بھی رُخصت ہوئے!۔

پھر علماء ایسے بھی ہیں، جو اَحادیثِ آحاد کو مطلقاً نہیں مانتے، اب تو احادیثِ مبارکہ میں سے بھی اکثر جاتی رہیں! بس قرآنِ عظیم رہ گیا اور احادیثِ متواترہ!۔

(۴) پھر ہر نص روایۃً قطعی ہے دِرایۃً قطعی نہیں؛ اس لیے کہ خود علماء کا نظم ومعنی سے متعلق اصول میں بے حد اختلاف ہے (جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے، کہ لفظ آیت وحدیث کے قطعی ہونے کے باوجود، ہر معنی مُراد قطعی نہ رہے گا؛ اس لیے کہ اختلافِ علماء شُبہ وظنّیت پیدا کر دیتا ہے۔ البتہ قطعی وہ معنی ہوگا، جس کا بیان خود شارِع کی طرف سے تواتُراً منقول ہو) لہٰذا اَب تو قرآن اور اَحادیثِ متواترہ میں سے بھی اکثر حصہ رُخصت ہوا۔ بس متواترِ مفسَّر باقی رہ گیا (یہ ہے ایسی تقلیدِ عام ماننے کا نتیجہ، کہ سارے مسائلِ اجتہادیّہ، تمام مسائلِ اِجماعیہ، جملہ احادیثِ آحاد، اکثر احادیثِ متواترہ، بیشتر آیاتِ قرآنیہ، سب ناقابلِ عمل! ولا حولَ ولا قوّۃَ إلّا باللہ العظیم! پھر تو انسان بالکل آزاد اور لغو وبے کار ہو کر رہ جائے گا!)۔

لہٰذا لازم ہے، کہ کسی ایک امامِ معیّن کی تقلید سے مقیّد کریں؛ تاکہ نظامِ دِین خراب اور مختل نہ ہو! اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے، ہدایت یافتہ حضرات کے راستہ کی طرف!۔

یہ بھی ضروری ہے، کہ یہ امامِ معیّن ایسا ہو، جس کے مذہب کا منقول وتدوین شُدہ حصہ، عام ضروریات اور نَوپَید واقعات کے لیے کافی ہو۔ اس منزل میں بجز ائمۂ اربعہ (امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوئی نہیں، تو لوگوں پر، خاص کر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے، یہی ہمارا مقصود ہے! واللہ تعالیٰ اعلم"۔

خلاصۂ کلام

اِن تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے، کہ ایک عام آدمی (جو مجتہد نہیں) اس پر کسی نہ کسی اِمام کی پیَروی لازم ہے، اگر غیرِ مجتہد شخص کسی اِمام کی پیَروی نہیں کرے گا، تو وہ دین پر عمل کیسے کرے گا؟! نتیجۃً گمراہ ہو جائے گا؛ کیونکہ قرآن وحدیث کو براہِ راست سمجھنا، ہر ایک کے بس میں نہیں، اور تمام آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ طیّبہ پیش نظر ہوں، یہ غیر مجتہد کے لیے ممکن نہیں، لہذا عامّی پر تقلید واجب ہے!۔

اس عملِ خیر واعتقاد ونظریہ کو، کفر وشرک وبدعت وباطل سمجھنا، سراسر ظلم، زیادتی اور اپنے آپ کو گمراہی بلکہ کفر میں مبتلا کرنے کے مترادِف ہے۔

دینِ اسلام میں اجتہاد کی اجازت تو ہے، پر ہر ایک کو نہیں؛ کیونکہ اگر ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت مل جائے، اور وہ اپنے مزاج ومنشا کے مطابق، شرعی اَحکام میں فتویٰ صادر کرنے لگے، تو اس طرح شریعت بچوں کا کھیل بن کر رہ جائے۔ لہذا ائمہ وفقہاء نے اجتہاد کی شرائط مقرّر کر رکھی ہیں، اور مجتہد کے لیے مخصوص صلاحیتوں کا حامل ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

فتنۂ انکارِ تقلید

اجتہاد کے بارے میں، ہمارے زمانے کے بعض تجدّد پسند ٹیڈی اسکالرز نے، کئی قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں، ایک بنیادی غلط فہمی ان کی طرف سے، اجتہاد کی تعریف میں پھیلائی گئی، ان کے ہاں لفظ "اجتہاد" کے معنی فقط کوشش کرنا ہے، جس کا مفہوم آزاد رائے دینا (مادر پدر آزادی) ہے۔ یہیں سے غَلطی کا آغاز ہوتا

ہے، اور اس بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہوتی ہے، وہ بھی غلطیوں کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔

اب ہم یہاں تجدّد پسندوں کے طریقۂ واردات پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں؛ تاکہ ان کو پہچاننا آسان ہو؛ کیونکہ بسا اوقات ان کی یہ تجدّد پسندی، کفر، اِلحاد اور گمراہی کے عمیق گڑھے تک لے جاتی ہے، مثلاً:

(۱) فقط قرآنِ مجید سمجھنے پر زور دیا جائے، لیکن اس طرح کہ جس ہستی پر قرآنِ پاک نازل ہوا، اور جن کے ذمّہ اس کی وضاحت تھی، دینِ متین میں اس کے کردار، اور اس کی تبیین (حدیث وسنّت) دونوں کو اہمیّت نہ دی جائے۔

(۲) حدیث وسنّت کو بے اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔

(۳) علماء کی تحقیر، اور ان کو گالی دینا؛ کیونکہ ان گمراہ اور ملحدین کے نزدیک، علماء ہی مسلمانوں میں ساری خرابیوں کی جڑ ہیں، اور مسلم مُعاشرے سے ان کا خاتمہ، اور ان کو غیر مؤثر کرنا بہت ضروری ہے۔

(۴) مسلمان اگر اپنے وطن کا دفاع کریں، تب بھی اسے جہاد نہ سمجھنا، بلکہ اسے دہشتگردی قرار دیا جائے۔

(۵) اَسلاف کی بے ادبی۔

(۶) اِجماع کا انکار۔

(۷) دعوتِ دین کے ایک ایسے تصوّر کی حمایت، جو مفاہمت، مسکینی (معذرت خواہانہ انداز) اور گوسفندی (خوف وبزدلی) پر مبنی ہو، اور جس میں عزیمت، نہی عن المنکَر، جہاد، نفاذِ دین، اور غلبۂ اسلام کا ذکر نہ ہو۔

(۸) شریعت پر عمل کیا جائے، اور فقہِ اسلامی کو چھوڑ دیا جائے۔

(۹) تقلیدِ ائمہ کی مذمّت کرکے، لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا جائے۔

اس جدّت پسندی اور اِلحاد فی الدین کی ابتداء، دراصل مخالفتِ تقلید سے ہوئی، اور برصغیر میں ایک تحریک "تحریکِ ترکِ تقلید" چلائی گئی۔ اگر علماء ومشایخ اہلِ سنّت، اور ہندوستان میں بالخصوص امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اس تحریک کا راستہ نہ روکتے، تو شرق تا غرب اس گمراہ کن تحریک کی لپیٹ میں آچکے ہوتے، اور برصغیر میں تو حنفی مسلمانوں کا صفایا ہی ہو چکا ہوتا۔ چنانچہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "یا معشرَ المسلمین! یہ فرقۂ غیر مقلدین جو تقلیدِ ائمۂ دین کے دشمن ہیں، اور بے چارے عوامِ اہلِ اسلام کے رہزن ہیں، مذاہبِ اربعہ کو چوراہا بتائیں! ائمۂ ہُدیٰ کو اَحبار ورُہبان ٹھہرائیں! سچّے مسلمانوں کو کافر مشرک بنائیں!۔ قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام نہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کر دیں! حلالِ خدا کو حرام کہیں!۔ ان کا بدعتی، بد مذہب، گمراہ بے ادب ضالّ مضِلّ غوی مبطل ہونا، نہایت جلی واظہر ہے، بلکہ عندالانصاف یہ طائفۂ تالفہ، فِرقِ اہلِ بدعت میں سے ہے"[۱]۔

خلاصہ یہ ہے، کہ ہمیں تجمّد اور تجدّد کا راستہ چھوڑ کر، اعتدال کا راستہ اپنانا چاہیے، ہمیں اسلام کو جدید بنانے کی ضرورت نہیں، ع

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الصّلاۃ، باب الامامۃ، رسالہ "النهي الأكيد" ۳۵۹/۵۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے، اور تُونے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا!
ہائے مسافر دم میں نہ آنا! مَت کیسی متوالی ہے(۱)

حقیقت یہ ہے، کہ شرعی اجتہاد محض کوشش کرنے، اور رائے زنی کا نام نہیں، نہ اجتہاد کا مطلب کسی پرانے حکم کو منسوخ کر کے نیا حکم گھڑنا ہے، بلکہ اجتہاد شریعتِ اسلامیہ میں، کسی فقیہ کا کسی حکمِ شرعی ظنّی کو، استنباط (نتیجہ حاصل) کرنے کے لیے پوری کوشش کرنے کا نام ہے(۲)۔

اور کوئی بھی درپیش مسئلہ، جس کا واضح حکمِ شرعی، کتاب وسنّت میں نہ مل سکے، مآخذِ شریعت کی چھان بین کرکے، نظائر واَمثال پر غور وفکر کے بعد، اس کا حل پیش کرنا "شرعی اجتہاد" کہلاتا ہے۔

---

(۱) "حدائقِ بخشش" "سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، حصّہ اوّل، صـ۱۸۵۔

(۲) "التحرير" المقالة الثالثة في الاجتهاد، صـ٣٦١. "فواتح الرحموت" خاتمة، ٢/ ٤٠٤. "كتاب التعريفات" باب الألف، صـ١٣.

دوسری غلط فہمی یہ پھیلائی گئی ہے، کہ شاید آزادانہ اجتہاد کی حُدود میں، تمام مسلّماتِ شریعت بھی داخل ہیں، حالانکہ جن مسائل میں نصوصِ قطعیہ موجود ہوں، وہ ہر زمانے میں دائرۂ اجتہاد سے خارج رہے ہیں، اجتہاد صرف ان مسائل تک محدود رہتا ہے، جو نہ منصوص ہوں (یعنی وہ اَحکام جو واضح طور پر قرآن یا حدیث میں بیان نہ کیے گئے ہوں) نہ اِجماعی ہوں (یعنی جن مسائل کے حل اور تشریح پر، ہر زمانے کے علمائے اُمّت متفق نہ ہوں)۔

آسان الفاظ میں یوں سمجھیے، کہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویّہ میں جو اَحکامِ شرعیہ، واضح و منصوص بیان ہو چکے، وہ اُمّت کے لیے ہر حال میں واجب الاِطاعت ہیں، وہ مسائل اجتہاد کے دائرے سے بالاتر ہیں۔ ہاں اگر کسی مسئلے میں احادیثِ مبارکہ کے ما بین کچھ تعارُض ہے، یا اس پر قرآنِ کریم کی دلالتِ قطعی موجود نہیں، نہ علمائے اُمّت کا ایسے مسائل میں کوئی اِجماع موجود ہے، جیسے وہ مسائل جو جدید تمدّن کی پیداوار ہیں، جبکہ سابقہ فقہِ اسلامی کے ذخائر میں بھی، ان کا واضح ذکر نہیں ملتا، نہ نفیًا نہ اِثباتًا۔ یا وہ اجتہادی مسائل ہوں (یعنی وہ عملی اور فُروعی اَحکام، جن میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو)، ان میں اجتہاد کی اجازت ہے۔ جدید زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، شریعتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں ان مشکلات کا حل، اجتہادی صلاحیت رکھنے والے، جیّد علمائے کرام کا فریضہ ہے، یہ حضرات قدیم مسائل کی رَوشنی میں، قیاس واجتہاد کے ذریعے، نئے اَحکام کا فیصلہ کرتے ہیں۔

شرائطِ مجتہد واجتہاد

عہدِ رسالت میں مسائل کا حل، قرآنِ کریم سے ہوتا، یا پھر فرمانِ نبوی سے، دَورِ نبوّت کے بعد فتوحاتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ، نئے نئے مسائل بھی جنم لیتے رہے، جن کے حل کے لیے فقہائے کرام نے، قرآن وسنّت کو سامنے رکھتے ہوئے، قواعد وضوابط مرتَّب کیے، اور نئے مسائل کے "اجتہادی حل" تجویز فرمائے۔ ان میں سے چار۴ فقہی مذاہب مستقل مدوَّن ہوئے، جو فقہِ حنفی، فقہِ مالکی، فقہِ شافعی اور فقہِ حنبلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ تشریعِ اسلامی کی تاریخ، فقہی دَور کی تکمیل، اور ہر زمانے میں جدید مسائل پر کتابوں کی تصنیف، اس امر کی قطعی دلیل ہے، کہ جن مسائل میں کتاب وسنّت کے نصوص موجود نہیں، ان میں اجتہاد کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، چنانچہ اُمّت اسی اصول پر کاربند رہی، اور یہی روایت آج تک چلی آرہی ہے۔

دوسری بات کہ جدّت پسندوں کی طرف سے، جو اجتہاد پر اِصرار کیا جاتا ہے، اور جس طرح عام لوگوں کو اجتہاد کی رغبت دلائی جاتی ہے، اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ شاید اجتہاد کوئی عبادت ہے، جس کے لیے لوگوں کو خوب شَوق دلایا جارہا ہے! حالانکہ اجتہاد کوئی مٹھائی نہیں، بلکہ ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے، اور اس کے لیے سخت ترین شرائط ہیں۔ علمائے اصول نے کتبِ اصول میں اجتہاد کی چند شرائط ذکر کی ہیں، جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے:

(۱) عربی لغت سے اتنی واقفیت ہو، کہ کسی بھی عربی کلام کے معنی بخوبی سمجھ سکے۔

(۲) ان علوم سے واقفیت ہو، جن کے بغیر عربی کلام کے معنی سمجھے نہیں جاسکتے۔

(۳) قرآنِ کریم، حدیثِ پاک، اِجماعِ اُمّت اور اُمّت کے اِجماعی واجتہادی مسائل جو پہلے سے طے شدہ ہیں، ان کا مکمل علم ہو۔

(۴) فقہِ اسلامی کی کتب سے واقفیت، اور فہمِ کتاب وسنّت کے لیے، جن علوم کی ضرورت ہے، اُن میں مہارت ہو، خصوصًا علمِ اصولِ فقہ میں کامل بصیرت ہونا لازم ہے، اس کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں چلا جاسکتا!۔

(۵) ان آیات وروایات کا علم ہو، جن میں اَحکام کا بیان ہے، یہ تقریبًا پانچ سو ۵۰۰ آیات، اور تین ہزار ۳۰۰۰ احادیث ہیں۔

(۶) اجتہاد کے اصول وقواعد، اَحکامِ شرع کے مَصالح ومَقاصد، ماحول، مُعاشرے اور زمانے کے حالات وضروریات کا علم ہو۔

(۷) بالغ نظری اور دقیقہ رَسی کے ساتھ ساتھ، تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور دینِ خداوندی کے ساتھ کامل اِخلاص بھی موجود ہو۔

(۸) ناسخ ومنسوخ کا علم وافر رکھتا ہو۔

(۹) دلائل پر غور وفکر کر کے، اَحکام کے استنباط کا مَلِکہ (مہارت) بھی ہو[1]۔

---

(۱) مزید تفصیل کے لیے، علّامہ ابنِ عابدین شامی کا رسالہ "شرح عقود رسم المفتي"، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا رسالہ "عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد"، اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کا رسالہ "الفضل الموهبي في معنى: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي" مطالعہ کیجیے!۔

یہ چند شرائط ہیں، جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے۔ اب اگر ان شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے، موجودہ زمانے کے سیلف میڈ (Self Made) عظیم مجتہدین، یا مجدّدین و متجددین کی علمی حالت دیکھی جائے، اور یہ کہ کیا ان میں اجتہاد کی صلاحیت، یا مجتہد کی کوئی شرط پائی بھی جاتی ہے ؟! تو تحقیق کرنے سے پتا چلتا ہے، کہ علومِ شرعیہ میں رُسوخ و مہارت تو دُور کی بات ہے، ان میں سے کسی نے دین کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل نہیں کی، اکثر صرف بی اے (B.A)، ایم اے (M.A) کر کے، لفظِ ڈاکٹر کا سابقہ لگا کر، عینک اور واسکٹ پہن کر، ٹی وی (T.V) پر آبیٹھے ہیں، اور ان کی تحقیق کیا ہے ؟ بھان متی کا کنبہ ہے !! سارے مآخذِ دینِ اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے، نئے مسائل کے حل کے بارے میں، ایک رائے قائم کرنے کی صلاحیت تو در کنار ! ان میں سے اکثر اتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے، کہ بغیر ترجمہ کے قرآن و حدیث کا مطالعہ بھی کر پائیں، یا دو ۲ سطریں عربی میں صحیح طور پر لکھ بھی سکیں، پھر بھی جرأتِ اختلاف اتنی، کہ فقہائے اُمّت اور صحابۂ کرام کے فہم و شرح کو غلط قرار دیے جاتے ہیں !!۔

فتنۂ غامدیت

ان کے نزدیک اجتہادی کوششیں، صرف فُروعی یا اجتہادی مسائل میں ہی منحصر نہیں، کہ ان کو کسی درجہ میں اختلاف کی اجازت دی جا سکے، بلکہ متفقہ و منصوص مسائل کو بھی، سرے سے اختلافی بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ سارے اختلاف کی وجہ کیا ہے ؟ محض جدّت پسندی، احساسِ کمتری اور تَن آسانی۔ اس کے لیے مذاہبِ فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رُخصتیں تلاش کرتے ہیں، قرآن و حدیث کی معنوی تحریف

(تفسیر بالرائے اور من مانی تشریح) کرتے ہیں۔ آخر ان کے اس خود ساختہ اجتہاد کی علمی بنیاد کیا ہے؟ دو ڈھائی سو اردو میں لکھی ہوئی، یا اردو انگریزی میں ترجمہ شدہ کتابیں، چار پانچ ڈکشنریاں، اور ایک بہکا ہوا نفس اور عقلِ مخدوش! ع

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے، کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مؤمن کو غلامی کے طریق (۱)

ان ٹیڈی مجتہدین کے ہاں، عموماً ساری جرأت اور اجتہاد کا انحصار، صرف عقل پر ہوتا ہے، ہم مانتے ہیں کہ بلاشبہ عقل نورِ فروزاں ہے، مگر اس کے لیے ایک خاص دائرہ ہے، عقل ان اُمور کا اِدراک نہیں کر سکتی، جو وحی کی آنکھ سے نظر آتے ہیں، عقل کے لیے یہی فخر کافی ہے، کہ وہ وحی کے بیان کردہ حقائق کا ٹھیک اِدراک کرلے، اور ان حقائق کی بلند حکمتوں، گہری مصلحتوں، اور باریک اَسرار و عِلَل کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے۔ جس طرح نصوصِ وحی کے نہ ہونے کی صورت میں بھی، عقل سے کام نہ لینا خالص حماقت و کوتاہی ہے، اسی طرح منصوص وحی کے ہوتے ہوئے بھی، عقل کو ہر چیز میں مقدّم رکھنا بڑی گھناؤنی جسارت ہے، صحیح راستہ ان

---

(۱) "ضربِ کلیم" اجتہاد، ص۱۴۔

دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے۔

دَورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک فتنۂ غامدیت بھی ہے، مسٹر جاوید احمد غامدی کے جو بھی نظریات ہیں، وہ یقیناً ان کے خود ساختہ ہیں، سَلَف صالحین کے ہاں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی!۔

مفتی محمد وسیم اختر مدنی۔ سلّمہ الباری۔ تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلام کے مختلف اَدوار میں جنم لینے والے بہت سے فتنوں، مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ، باطنیہ، بہائیہ، بابیہ، وہابیہ، قادیانیہ اور منکرینِ حدیث وغیرہم کی طرح، پاکستان میں چند برس پیشتر، ایک نئے فتنے نے سر اٹھایا ہے، جو جدّت پسندی کی کوکھ سے برآمد ہوا ہے، اور اس نے اسلام کے متوازی ایک مذہب کی شکل اختیار کرلی ہے، جس کا نام "فتنۂ غامدیت" ہے۔

یہ دورِ حاضر کا ایک جدّت پسند گروہ (Miderbusts) ہے، جس نے مغرب سے مرعوب ومتاثر ہو کر، دینِ اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کے لیے، قرآن وحدیث کے الفاظ کے مَعانی، اور دینی اصطلاحات کے مفاہیم بدلنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں، جدّت پسندی کی آڑ میں، دینی مسلّمات میں تحریف کے فتنے کی ابتدا، دورِ جدید میں سر سیّد احمد خان علیگڑھی نے کی۔ انگریز سامراج سے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی بنیاد پر، مغربی نظریات کو مسلّمہ حقائق کا درجہ دے کر، وحی کو ان کے مطابق ڈھالنے کے لیے، مَن مانی تاویلات کے شیطانی کام کی ابتدا کا سہرا انہی کے سر ہے!۔

یورپی افکار کی رُو سے، ہر وہ بات جو طبعی قوانین کے خلاف ہو، انہوں نے اسے خلافِ عقل قرار دے کر رَد کر دیا، اور قدرت (نیچریت) کی برتری کا نعرہ لگایا۔

لغتِ عربیہ کی مدد سے، قرآنِ کریم کی مَن گھڑت تاویلات پیش کیں۔ احادیثِ کریمہ کو مشکوک قرار دیا، اور امّت کے اجتماعی مُعاملات اور طرزِ عمل کو، ائمہ ومجتہدین کے ذاتی خیالات واجتہادات کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ نتیجے کے طور پر، نیچر ولغت کی بنیاد پر وضع کردہ اصول کے تحت، اسلام کی جو تعبیر وتشکیلِ نَو مسلمانوں کے سامنے آئی، وہ ان کے صدیوں اجتماعی تعامُل سے یکسر بیگانہ تھی۔

پھر ان کی پیروی میں دو ۲ فکری سلسلوں نے، اس فتنے کو پروان چڑھایا، ان میں سے ایک سلسلہ عبد اللہ چکڑالوی اور شیخ اسلم جیراج پوری سے ہوتا ہوا، غلام احمد پرویز، منکرِ حدیث تک پہنچتا ہے، جو اپنے امام سر سیّد احمد علیگڑھی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، لغت پرستی اور انکارِ سنّت کے حوالے سے کافی معروف ہوئے۔

دوسرے سلسلے کے جراثیم حمید الدین فراہی، اور شیخ امین احسن اصلاحی سے گزرتے ہوئے، مسٹر جاوید احمد غامدی میں منتقل ہوئے، فہمِ سَلَف سے منحرف، متجدّد فکر، روشن خیال اور مرعوبیت زدہ طبقے میں "المورد"[1] نامی ادارہ، فسادِ علم وتحقیق سب میں پیش پیش ہے، جس کے سربراہ مسٹر جاوید احمد غامدی ہیں۔ انہوں نے اس احتیاط کے پیش نظر، کہ کہیں علماء انہیں بھی سر سیّد اور پرویز کے ساتھ منسوب نہ کردیں، لغتِ قرآن کے بجائے، عربِ معلّٰی یعنی عربی محاورے کا نعرہ لگایا، اور انکارِ سنّت کا کھلم کھلا دعویٰ کرنے کے بجائے، حدیث وسنّت میں فرق کے عنوان

---

(۱) جاوید احمد غامدی کے ماتحت چلنے والا ایک ادارہ۔

سے، اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگے ہیں۔

یہ دونوں فکری سلسلے "فتنۂ سر سیّد" کی شاخیں اور برگ وبار ہیں، اور "نیچریت" کے نمائندہ ہیں۔ اگرچہ غلام احمد پرویز اور مسٹر غامدی کا طریقۂ واردات الگ الگ ہے، تاہم نتیجے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ دونوں تجدّد، انکارِ حدیث، اِلحاد اور گمراہی کے علمبردار ہیں۔ دونوں اِجماعِ امّت کے مخالف، اور معجزات کے منکِر ہیں۔ یہ دونوں حضرات فاسد تاویلوں کے ذریعے، اسلامی شریعت میں تحریف وتبدیل اور ترمیم وتنسیخ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مسٹر غامدی نے دورِ حاضر میں، تجدّد اور انکارِ حدیث کی نئی بنیاد ڈالی ہے، اور اپنے چند خود ساختہ اصول کو، تحقیق کا نام دے کر، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جسارت کی ہے۔

مسٹر غامدی احادیثِ صحیحہ کے انکار کے ساتھ ساتھ، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کے بھی عادی ہیں، اہلِ علم میں سے ہر وہ شخص، جو ان کی کتب کا مطالعہ کرے گا، بآسانی اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ مسٹر غامدی اپنے حلقۂ احباب میں، بزعمِ خود "امامت" کے منصب کے قریب تر ہونے کے، شیطانی فریب میں مبتلا ہیں! اور مسٹر غامدی کے نزدیک، پوری امّت میں سے صرف دو ۲ ہی علماء، ان کے زعم میں، ان کے ممدوح ہیں، جن کو وہ "آسمان" کا درجہ دیتے ہیں، باقی علمائے امّت کو "خاک" قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "مقامات" میں لکھتے ہیں کہ "میں نے بہت عالم دیکھے، بہتوں کو پڑھا، اور بہتوں کو سنا، لیکن امین اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کا مُعاملہ وہی ہے کہ ؏

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت | خاک کو آسماں سے کیا نسبت!"

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے، کہ مسٹر غامدی جس اسلام کو پیش کر رہے ہیں، وہ پرویز و سرسید کا اعتزالی اسلام ہے، جس کا وہ دینِ اسلام، جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، اور جو حضراتِ صحابہ و تابعین و علمائے دین- رضوان اللہ تعالی علیهم أجمعين- کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اس سے دور کا بھی کوئی تعلّق نہیں ہے!۔

عالمی سرمایہ دارانہ نظام، اور استعماری طاقتوں کے عزائم کے سامنے، دینِ اسلام ہی سب سے بڑی رکاوٹ وہدف ہے، لہٰذا وہ ایسے افراد کی بھرپور حمایت اور اِعانت کرتے ہیں، جو مسلمانوں میں جدّت کے نام پر، غیر اسلامی افکار کا جواز نکالتے ہیں، اور مسلمانوں کے اِجماعی مُعاملات کو متنازعہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر غامدی اور ان کے مُعاصرین دیگر نام نہاد دانشوروں کو، اہلِ مغرب کی خاص مُعاونت وحمایت حاصل ہے۔ یورپی ممالک کے ٹکڑوں پر پلنے والے، نام نہاد اسلامی و پاکستانی میڈیا کے دروازے، ان حضرات پر کھلے رہتے ہیں؛ تاکہ یہ لوگ، دین سے ہی، خلافِ دین حرکات کی، جھوٹی تاویلات پیش کرکے، عام مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں! اور یہ بات اب مخفی نہیں ہے، کہ عالمی استعماری طاقتوں نے، ایک خصوصی کمیشن تشکیل دے کر، کروڑوں ڈالر پر مشتمل، ایک بہت بڑا فنڈ، اس مد میں مختص کر رکھا ہے، یہ کمیشن دینِ اسلام کی، غلط اور من گھڑت تصویر پیش کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

مسٹر غامدی اور ان کے نظریات کے بطلان پر وہی دلائل ہیں، جو ان کے پیش رو، سر سیّد، غلام احمد پرویز وغیرہما کے رد میں، علمائے اسلام نے پیش فرمائے ہیں، اور اس طرح کے متجدّدین کے رد کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے، کہ ان کا پیش کردہ نظریہ اور

فکر، سلَف صالحین، صحابۂ کرام وتابعین عظام -رضوان الله تعالى عليهم أجمعين-
کے نظریہ اور فکر سے متصادِم ومخالف ہے، اور ہر مسلمان یہ بات بخوبی سمجھتا ہے، کہ حقیقۃً
اسلام وہی ہے، جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچا، اور اس کے مخالف جو
بات بھی ہے، وہ سب کچھ ہو سکتی ہے، مگر اسے اسلام کا نام نہیں دیا جاسکتا!"[1]۔

"خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ مسٹر غامدی کے نظریات، اور اس کے دین
(غامدیت) کا، اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں! وہ اپنے ذاتی نظریات، اور یورپی
سامراجی ایجنڈے کو، اسلام کے نام پر پیش کرکے، مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔
ایسے نظریات کا حامل شخص، بدترین معتزلہ، خوارِج، منکِر حدیث، قرآن میں معنوی
تحریف کرنے والا، قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا، خواہش پرست، گمراہ بد دِین،
اور مسلمانوں کے لیے آستین کا سانپ ہے!۔ مسلمانوں پر لازم ہے، کہ مسٹر غامدی
اور اس کے نظریات کو ماننے والوں کا سماجی بائیکاٹ کریں، اور اس کے نظریات پر
مبنی کتب اور لٹریچر سے کوسوں دُور رہیں، اور اس کے کسی بھی قسم کے پروگرام کو ہرگز
نہ سنیں، اور نہ ہی اسے ٹی وی چینلز پر دیکھیں"[2]۔

فائدہ: مزید تفصیل کے لیے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے رسالے

---

(۱) "غامدیّت" ص۸-۱۱ ملتقطاً بتصرّف۔

(۲) ایضاً، ص۶۳۔

(۱) "أطائب الصيّب على أرض الطيّب"[1]، (۲) "النيّر الشِّهابي على تدليس الوهابي"[2]، حضرت علّامہ مفتی جلال الدّین امجدی علیہ الرحمۃ کا رسالہ (۳) "غیر مقلّدوں کے فریب"[3]، علّامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ کی تفسیر (۴) "تبیان القرآن"[4] اور مفتی وسیم اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (۵) "غامدیت" کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

دُعا

اے اللہ! تقلید وائمۂ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابود فرما، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بزرگانِ دین کے عقائد ونظریات پر پہرہ دینے کی توفیق دے، مختلف فتنوں کے روپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام

---

(۱) "فتاوی رضویہ" ۲۱/۵۱۵-۵۴۵، مطبوعہ "ادارہ اہل سنت" کراچی۔

(۲) ایضاً، ۲۱/۵۴۹-۵۶۰۔

(۳) مطبوعہ بزمِ عروجِ اسلام، کراچی۔

(۴) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور۔

دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل و کنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔

ہمیں ملک و قوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و الفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، ہم تجھ سے تیری رحمتوں کا سوال کرتے ہیں، تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر گناہ سے سلامتی و چھٹکارا چاہتے ہیں، ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کے طلبگار ہیں، ہمارے غموں کو دُور فرما، ہمارے قرضے اُتار دے، ہمارے بیماروں کو شفایاب کردے، ہماری حاجتیں پوری فرما!۔

اے رب! ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی! ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسَنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، ہندوستان کے مسلمانوں کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر و برکت کے ساتھ حل فرما۔

الٰہی! تمام مسلمانوں کی جان، مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت فرما، جن مصائب و آلام کا انہیں سامنا ہے، ان سے نَجات عطا فرما۔ ہمارے وطنِ عزیز کو اندرونی و بیرونی خطرات و سازشوں سے محفوظ فرما، ہر قسم کی دہشتگردی، فتنہ و فساد، خونریزی و قتل و غارتگری، لُوٹ مار اور تمام حادثات سے ہم سب کی حفاظت فرما۔ اس مملکتِ خداداد

کے نظام کو سنوارنے کے لیے ہمارے حکمرانوں کو دینی وسیاسی فہم وبصیرت عطا فرما کر، اِخلاص کے ساتھ ملک وقوم کی خدمت کی توفیق عطا فرما، دین ووطنِ عزیز کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے والوں کو غریقِ رحمت فرما، اُن کے درجات بلند فرما، ہمیں اپنی اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی سچی اِطاعت کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے، قرآن وسنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دوعالَم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی سچی مَحبت، اور اِخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفی کریم ﷺ کی پیاری دعاؤں سے ہمیں وافَر حصّہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ کا پسندیدہ بندہ بنا، اے اللہ! تمام مسلمانوں پر اپنی رحمت فرما، سب کی حفاظت فرما، اور ہم سب سے وہ کام لے جس میں تیری رِضا شاملِ حال ہو، تمام عالَمِ اسلام کی خیر فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ونبيّنا وحبيبنا وقرّةِ أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين!.